ریاست بہاول پور میں اردو غزل کی ترویج وترقی میں مشاعروں کا کردار
(خصوصی حوالہ تاریخی کل ہند مشاعرہ منعقدہ بہاولپور)

ڈاکٹر شفیق احمد☆
نعیم نبی☆☆

Abstract

Before the British Rule in the Subcontinent, there was no tradition of having regular centres of literary discourse. But there was a rich tradition of holding poetic congregations (mushairas). This tradition continued to inculcate literary taste in the masses even after the arrival of the British. Ghazal is a famous genre of Urdu poetry. This form flourished especially through poetic congregations. Such congregations were also held in the predominant Muslim State of Bahawalpur. The role of poetic congregations held in Bahawalpur in promoting Ghazal tradition has been traced in this article.

برصغیر پاک وہند کی ادبی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یہاں مشاعروں کے ذریعے سے شاعری کے فروغ اور شاعروں کی تربیت کا کام لیا گیا۔ ایک طرف تو ان مشاعروں نے شعر کا ذوق رکھنے والے سامعین کے ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کیا اور دوسری طرف یہ مشاعرے تزکیہ ءنفس کا وسیلہ بھی بنے۔ جس زمانے میں ذرائع ابلاغ محدود بلکہ مفقود تھے تو یہی شعری نشستیں

☆ شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور
☆☆ شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

تھیں جنہوں نے ایک روایت کی شکل میں لوگوں کو اس طرف مائل رکھا۔ ہندوپاک کا کون سا شہر ہے جہاں مشاعرے منعقد نہیں ہوئے اور انہوں نے وہاں کے مکینوں کو شعر و ادب سے مستفید نہیں کیا۔ ڈاکٹر انور سدید مشاعروں کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"قدیم زمانے میں جب ابلاغ کے مناسب وسائل دستیاب نہیں تھے تو مشاعرہ کو ابلاغِ شعر کے ایک تہذیبی ادارے کی حیثیت حاصل تھی۔ اس محفل میں شعراء جمع ہوتے اور اپنی نوتصنیف غزلیں ایک دوسرے کو سناتے تھے۔ اساتذہ اپنی قادر الکلامی، جدت طبع اور مضمون آفرینی کی داد لیتے۔ نئے لکھنے والے شعر گوئی کی تربیت حاصل کرتے اور آدابِ محفل سیکھتے"(۱)

مشاعروں کے انعقاد میں ادبی انجمنوں کا کردار قابلِ تحسین ہوتا ہے۔ انہی ادبی انجمنوں کی بدولت شعر و ادب پروان چڑھتا ہے اور اصنافِ سخن پھلتے پھولتے ہیں۔ پروفیسر عابد صدیق لکھتے ہیں:

"کسی پودے کی نشوونما میں جو کردار پانی ادا کرتا ہے، ایک حد تک وہی کردار کسی زبان کی ترویج وترقی اور نشوونما میں ادبی انجمنیں انجام دیتی ہیں۔ مختلف چھوٹے بڑے شہروں میں قائم ہونے والی یہ انجمنیں زبان وادب کی مجموعی اور قومی سطح کے نیچے جڑوں کی طرح پھیلی ہوئی ہوتی ہیں جو اس کی بقا اور پرداخت کو اس طرح متاثر کرتی ہیں کہ علاقائی رنگوں اور اسالیب کا جوہر کشید کرکے اس کی مجموعی سطح پر خوشبو کی طرح پھیلا دیتی ہیں۔ وہ آب ورنگ جو کسی زبان کی معیاری تخلیقات کی انفرادیت اور بقا کا باعث ہوتا ہے، علاقائی سطح پر قائم ہونے والی انہیں انجمنوں کے خمیر سے اٹھتا ہے"۔(۲)

ریاست بہاولپور کا شمار بھی برصغیر کے ان خوش نصیب علاقوں میں ہوتا ہے جہاں شعر وادب کے فروغ کے لیے ہر وہ وسیلہ اور ذریعہ قابلِ لحاظ حد تک میسر رہا جس کے توسط سے شعرو ادب فروغ وترقی کی منزلیں طے کرتا ہے۔ یہاں کے حکمران شعر وادب کا ذوق رکھتے تھے اور

یہاں کے امراءفنونِ لطیفہ کی آبیاری کو نہ صرف اپنے ذوق کی تسکین کا ذریعہ سمجھتے تھے بلکہ اسے اپنا فرض تصور کرتے تھے۔ ریاست بہاولپور کی ادبی تاریخ شاہد ہے کہ یہاں جب بھی شعروسخن کے انعقاد کی بات ہوئی تو یہاں کا طبقۂ اشرافیہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کارِخیر کی انجام دہی کے لیے کسی پس وپیش کا شکار نہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اگر کسی ادبی انجمن کی بنیاد رکھی گئی تو اسے کسی طرح کی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ اسے ریاست بہاولپور کے ہر طبقے کی حمایت حاصل ہوگئی۔

بہاولپور میں شعری نشستوں کا آغاز

بہاولپور کی ادبی تاریخ میں شعری نشستوں کا ذکر اٹھارہویں اورانیسویں صدی عیسوی سے ملتا ہے۔ ابتداء میں ایسی محفلوں کا انعقاد ہوتا تھا جن میں شاعر اپنی شاعری پیش کرتا اور سامعین اپنے ذوق کے مطابق اس کی داد دیتے۔ ریاست بہاولپور میں اردو زبان کی پذیرائی کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان کے دوسرے ادبی مراکز کی طرح یہاں بھی فروغِ سخن کے لیے شعری نشستوں کا آغاز ہونے لگا۔ ان مشاعروں میں دیگر اصنافِ سخن بالخصوص صنفِ غزل کی اس طرح نشوونما ہوئی کہ غزل دیکھتے ہی دیکھتے ایک مقبول صنفِ سخن کے طور پر اس علاقے میں منظر عام پر آ گئی۔ اس حوالے سے جوحقائق تحریری طور پر سامنے آ سکے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

o ۱۸۸۱ء میں حافظ عبدالقدوس قدسی نے لالہ بشن داس دہلوی کے مکان پر ایک ادبی انجمن قائم کی جس کے زیر اہتمام ۸ مارچ ۱۸۸۱ء میں یہاں ایک مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔ اس مشاعرے میں مصرع طرح اورنثری تحریروں کے لیے موضوع بھی دیا گیا۔ اس انجمن کے تحت وقتاً فوقتاً مختلف مشاعرے منعقد ہوتے رہے جن میں اردوسخن خصوصاً صنفِ غزل کو خاصا فروغ ملا۔ اس انجمن کے بارے میں عابد صدیق لکھتے ہیں:

> ”ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں سب سے پہلی ادبی انجمن ۱۸۸۱ء میں قائم ہوئی جسے حافظ عبدالقدوس مدیر صادق الاخبار نے شروع کیا۔ اس انجمن کے زیر اہتمام مشاعرے بھی ہوئے اورنثری تخلیقات کے اجلاس بھی منعقد ہوئے۔

مشاعرے کے لیے مصرع طرح اور مضامین کے لیے موضوع پہلے سے مشتہر کیا جاتا تھا۔ یہ موضوعات عصری تقاضوں سے ہم آہنگ اور وقت کی ضرورت ہوتے تھے"۔(۳)

اس انجمن کے قیام سے مشاعروں کے لیے ایک سازگار فضا قائم ہوئی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ ریاست بھر میں مختلف ادبی انجمنیں قائم ہونے لگیں۔

o ۱۸۹۰ء میں عبدالرحمٰن آزاد کی طرف سے ہفتہ وار مشاعروں کا انعقاد کیا گیا جس میں مختلف شعراء اپنی شعری تخلیقات خصوصاً غزلیں پیش کرتے تھے اور حاضرین وسامعین سے داد وصول کرتے تھے۔ ان مشاعروں میں مولوی عزیزالرحمٰن میر مشاعرہ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

o ۱۸۹۱ء میں میر ناصر علی نے انجمن مؤیدالاسلام قائم کی جس کے مقاصد میں اسلامی اقدار کو فروغ دینا اور مسلمان بچوں میں تعلیم سے رغبت پیدا کرنا تھا۔ اس انجمن کے حوالے سے شہاب دہلوی لکھتے ہیں:

"یہ انجمن بنیادی طور پر تو مسلمانوں میں اسلامی اقدار کو فروغ دینے کی علمبردار تھی۔ مسلمان بچوں میں تعلیم کا شوق پیدا کرنا اور ان کو درپیش تعلیمی مشکلات میں ان کی مدد کرنا اس کے مقاصد میں شامل تھا"۔(۴)

اس انجمن کی خاص بات یہ تھی کہ اس انجمن نے ریاست بہاولپور کے مختلف مقامات پر مشاعروں کا انعقاد کیا اور لوگوں کے لیے شعروادب میں دلچسپی کا سامان مہیا کیا۔ انجمن مؤید الاسلام کے مشاعروں میں عام طور پر یہاں کے نامور شعراء اپنی غزلیات پیش کرتے جنھیں شرکائے محفل بے حد پسند کرتے۔

انجمن مؤید الاسلام کے زیر اہتمام جن مختلف مقامات پر مشاعروں کا انعقاد کیا گیا ان میں بہاولپور کی مشہور سرائے گدھول بھی شامل ہے۔ اس انجمن کے تحت سرائے گدھول میں مؤید الاسلام کا جو مشاعرہ منعقد کیا گیا اس میں نواب محمد بہاول خان نے بھی شرکت کی تھی۔ ان کی

شرکت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ والیانِ بہاولپور کا شعر وادب سے خاصا لگاؤ تھا اور وہ اس کی ترویج وترقی میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔

o ۱۹۲۰ء میں ایس ای کالج بہاولپور کے اساتذہ اور طلباء کے تعاون سے بزمِ حمیدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور یہ بزم کالج کے پرنسپل عبدالحمید کے نام سے موسوم کی گئی۔ اس بزم کے زیر اہتمام ہر پندرہ روز کسی ادبی نشست کا اہتمام کیا جاتا۔ ان نشستوں کے علاوہ تواتر سے مختلف مشاعروں کا انعقاد بھی کیا جاتا تھا جس میں نئے شعراء کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ ان کے کلام کی اصلاح بھی کی جاتی تھی۔ اس بزم کی خاص بات یہ تھی کہ اس بزم نے نئے شعراء کو طرح مصرع پر غزل کہنے پر زور دیا۔ اس بزم کے اجلاسوں میں مولانا وحید الدین پانی پتی جیسی نابغہء روزگار شخصیت بھی شرکت کرتی تھی جس سے بزم کی ادبی سرگرمیوں کو خاصا فروغ ملتا تھا۔ اس کے علاوہ ان اجلاسوں میں مرزا محمد اشرف گرگانی، مولوی عزیز الرحمٰن، مولوی غلام احمد اختر اور مولوی عبدالمالک صادق بھی شرکت کرتے تھے۔ اس بزم نے یومِ فرید اور یومِ اقبال جیسی تقاریب بھرپور انداز میں منعقد کیں۔ اس بزم کے علاوہ مجلسِ اقبال بھی قائم کی گئی جس کا مقصد لوگوں اور خاص طور پر نوجوان نسل کو اقبال کے افکار وخیالات سے روشناس کرانا تھا۔

o ۱۹۲۶ء میں عبدالحمید ارشد کی کوششوں سے ایک ادبی انجمن ''بزمِ ادب'' کی بنیاد رکھی گئی جس نے وقتاً فوقتاً مختلف ادبی تقاریب اور مشاعروں کا انعقاد کیا۔ اس بزم کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے ذریعے دیگر اصنافِ سخن کو عمومی اور غزل کو خصوصی طور پر فروغ ملا۔

o ۱۹۳۱ء میں ریاست بہاولپور میں ایک ادبی انجمن ''بزمِ ارشاد'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ ادبی انجمن زیادہ تر مشاعروں کا اہتمام کرتی تھی۔ یہ مشاعرے ارشاد نبی کے مکان پر منعقد ہوتے تھے۔ ان مشاعروں میں پروفیسر ایم ٹی جمیل، دلشاد کلانچوی، میر واجد علی زار، مولوی عزیز الرحمٰن، مرزا عاشق علی بیگ قلاقند، عبدالحق شوق، امین حزیں سیالکوٹی، تاراچند چرخ، گل محمد صادق جمیل، قاضی مظفر الدین متین، حکیم احمد علی سیف، فاروق قمر اور نذیر چنیوٹی جیسی نامور شخصیات شریک ہوتی تھیں۔

o ۱۹۳۶ء میں ''عباسی لٹریری لیگ'' کے نام سے ایک ادبی انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے آغاز ہی سے بھر پور انداز میں شعری و ادبی خدمات سرانجام دینا شروع کر دیں۔ اس انجمن کے زیرِ اہتمام مشاعرے ہوتے جن میں مقامی شعراء کے علاوہ مہمان شعراء بھی شرکت کرتے تھے۔ اس انجمن کے زیر اہتمام مشاعروں کا انعقاد اور تقاریب کے حوالے سے زاہد اقبال شہزاد لکھتے ہیں:

> ''اس انجمن کے مشاعروں میں ایک خاص بات کا اضافہ ہوا وہ یہ تھی کہ پہلے تو ادبی انجمن صرف مقامی شعراء کے ساتھ مشاعروں کا اہتمام کرتی تھی لیکن اس سوسائٹی نے پہلی مرتبہ باہر کے مشہور شاعروں کو اپنے خطے میں دعوت دی اور ان کے ساتھ تقاریب کا اہتمام کیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ ادب پروان چڑھتا رہا۔ اس انجمن کی تقاریب کے بعد ادبی انجمنوں نے صرف ادبی پروگراموں کو مشاعروں تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ اس سے کچھ آگے قدم بڑھایا۔ یوں اس انجمن نے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کیا اور ادبی تنظیموں کو نئی راہوں پر گامزن کیا''(۵)

o ۱۹۳۶ء ہی میں مجلس ادب اور حلقہء ذوق کی داغ بیل ڈالی گئی۔ ان انجمنوں کے زیرِ اہتمام تنقیدی نشستوں اور مشاعروں کا انعقاد کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ شعراء طرحی مصرعوں پر اپنی غزلیات پڑھتے تھے اور بعد میں ان غزلیات پر تنقیدی بحث کی جاتی تھی۔ ان ادبی تقاریب کا سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا اور ادبی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر رہ گئیں۔ ۱۹۴۷ء میں مجلسِ ادب کی تجدید کی گئی اور اقبال احمد صدیقی اس انجمن کے سیکرٹری بنائے گئے۔ ان تقاریب میں مقامی شعراء و ادباء کے علاوہ مہاجر شعراء و ادباء بھی شرکت کرتے تھے۔ ان تقاریب میں شرکت کرنے والے شعراء و ادباء میں دلشاد کلانچوی، آثم بزمی، شہاب دہلوی، معین الدین حاوی، محی الدین شان، علی احمد رفعت اور خاور جسکانی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

o ۱۹۴۰ء میں مولوی حفیظ الرحمٰن کی سرپرستی میں ایک انجمن ''بزمِ عزیزیہ'' کے نام سے قائم ہوئی۔ اس بزم کے تحت ماہانہ مشاعرے ہوتے تھے جس میں مہمان شعراء بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔۴ دسمبر ۱۹۴۳ء کو اس انجمن نے ایک بڑے مشاعرے کا اہتمام کیا جس کی صدارت بہاولپور ہائی کورٹ کے جسٹس سر عبدالقادر نے کی۔ اس مشاعرے میں مقامی شعراء کے علاوہ ملتان کے شعراء نے بھی شرکت کی۔

o گورنمنٹ ایس ای کالج بہاولپور کے ایک استاد ڈاکٹر شجاع ناموس نے ۱۹۴۵ء میں ''انجمن اربابِ ادب'' کی داغ بیل ڈالی جس کے صدر خود ڈاکٹر شجاع ناموس تھے۔ اس انجمن نے شعری اور ادبی سرگرمیوں کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس انجمن کے تحت مختلف مشاعروں اور تقاریب کا انعقاد کیا گیا۔ انجمن کی جانب سے ایک کتابچہ شائع ہوا جس میں اس انجمن کے اغراض و مقاصد درج تھے۔ اس حوالے سے شہاب دہلوی لکھتے ہیں:

> ''اس انجمن کی طرف سے ۱۶ صفحات کا ایک کتابچہ ''ارمغانِ ادب'' کے نام سے ۱۹۴۵ء میں ہی شائع ہوا تھا جس میں اس انجمن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ناموس نے لکھا ہے:
>
> یہ انجمن خالص ادبی انجمن ہے۔ اس کا سیاست وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا مقصد اردو زبان کی خدمت کرنا ہے۔ اس کام کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جائیں گے۔ انجمن کے جلسوں میں مضمون، افسانے، منظومات وغیرہ پڑھے جائیں گے اور ان پر بحث و تنقید ہوگی۔ شاعری کرنا، ڈرامے کرنا اور کتابیں چھپوانا بھی اس کے مقاصد میں ہے۔''

اس مضمون میں امراء سلاطین کے علمی ذوق کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے بہاولپور میں علم و ادب کی سرپرستی کے لیے والئی بہاولپور سے توقعات وابستہ کی گئی تھیں۔ اس کتابچے میں فرماں روائے بہاولپور کے متعلق مضمون اور ان کے ولی عہد کی شادی کے تہنیت نامے بھی پروفیسر شجاع ناموس، حکیم عبدالحق شوق، دلشاد کلانچوی، دیوی دیال آتش اور سیف اللہ خاں فاروق کی طرف سے شامل تھے''۔(۶)

o ۱۹۴۸ء میں ایس ای کالج بہاولپور میں منعقدہ تمثیلی مشاعرہ ریاست بہاولپور کی ادبی تاریخ کے صفحات پر رقم کرنے کے قابل ہے۔ اس مشاعرے کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس مشاعرے میں شعراء نے برصغیر کے مشہور شعراء کا روپ دھارا اور ان کا کلام پڑھا جس کے بارے میں امجد قریشی بیان کرتے ہیں:

''یہ غالباً ۱۹۴۸ء کی بات ہے جب ایس ای کالج بہاولپور کے استاد ڈاکٹر شجاع ناموس نے ایک مشاعرے کا اہتمام کیا جو تمثیلی تھا۔ اس مشاعرے میں شعراء اور اساتذہ نے معروف شعراء کا روپ بھرا اور ان کی غزلیں پڑھیں۔ جن شعراء کے روپ بھرے گئے ان میں غالب، میر، سودا، اقبال، حالی وغیرہ شامل ہیں''۔(۷)

o ۱۹۵۱ء میں بہاولپور میں اقبال انور بالی نے بزمِ اداکار لاہور کی شاخ قائم کی۔ یہ نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی ایک ملک گیر تنظیم تھی جس کا نام بظاہر فلمی معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ لاہور سے ایک نیم ادبی ہفت روزہ ''اداکار'' کے حوالے سے رکھا گیا تھا۔ بہاولپور میں اس بزم نے تنقیدی اجلاس شروع کیے اور اس کے زیرِ اہتمام لاتعداد طرحی مشاعروں کا اہتمام کیا گیا۔ اس بزم کے جنرل سیکرٹری احمد طاہر تھے اور اس کے اجلاس باقاعدگی سے بزم کے دفتر دھوبیوں والی گلی میں ہوتے تھے جن کی روداد ہفت روزہ ''اداکار'' میں شائع ہوتی تھی۔

o ۱۴، اکتوبر ۱۹۵۲ء کو حیات میرٹھی نے ''کاروانِ ادب'' کے نام سے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ اس ادبی تنظیم نے زیادہ تر مشاعروں کا اہتمام کیا جس سے اردو شعروسخن خصوصاً اردو غزل کو فروغ ملا۔ یہ واحد ادبی تنظیم تھی جس کے اجلاسوں میں خواتین نے بھی شرکت کی جن میں نصرت رشید اور فرحت رشید کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ ادبی انجمن چند برس کام کرنے کے بعد ختم ہوگئی۔

o ۱۹۵۲ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس انجمن کے اجلاسوں اور مشاعروں میں بزمِ اداکار کے اراکین کے علاوہ بہت سے نامور شعراء حصہ لیتے تھے۔

انجمن ترقی پسند مصنفین کے حوالے سے امجد قریشی بیان کرتے ہیں:

> ''جب اس بات کا علم ہوا کہ اجلاس میں نقوی احمد پوری، ادیب واثقی، شہباز اور میں شامل ہیں تو سب کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ باقی لوگوں کو پکڑ لیا گیا لیکن میں اپنے والدِ محترم کے سبب سے بچ گیا''۔(۸)

ان انجمنوں کے علاوہ ذاتی سطح پر بھی بہت سے لوگ ادبی نشستوں کا اہتمام کرتے رہے۔ ان نشستوں میں کرنل مقبول، شہاب دہلوی اور حیات میرٹھی وغیرہ کے یہاں ہونے والی نشستیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جن میں مقامی شعراء اور باہر سے آنے والے شعراء شرکت کرتے اور اپنے اشعار سنا کر محفل کو چار چاند لگا دیتے۔

ریاست بہاولپور میں شعر و ادب اور خصوصاً غزل کی ترویج و ترقی میں شعری نشستیں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس طرح کی شعری نشستیں جہاں مقامی شعراء کے شعری ذوق کو جلا بخشتیں ہیں وہیں ان کے شعری اسلوب میں جدت پیدا کرنے کا وسیلہ بھی بنیں۔ عہد ماضی میں بہاولپور میں منعقد ہونے والی ان نشستوں میں مقامی شعراء بھرپور انداز میں شرکت کرتے تھے جن سے اردو غزل کے فروغ کے لیے ایک میدان میسر آیا۔ ریاست بہاولپور میں ادبی انجمنوں کے قائم ہونے سے مقامی شعراء پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ مشاعروں میں شعراء نے ایک دوسرے کے موضوعات، تجربات اور فنی لوازمات سے فائدہ اٹھایا اور اپنی غزل کو وقت اور حالات کے جدید سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ ان شعری نشستوں اور مشاعروں کے سبب مقامی شعراء کی غزلوں میں نکھار پیدا ہوتا گیا اور یہ بتدریج دیگر ادبی مراکز کے ہم پلہ ہوتی گئیں۔

بہاولپور شہر کے علاوہ دیگر علاقوں میں شعری نشستوں کا انعقاد

بہاولپور شہر کے علاوہ دیگر شہروں میں شعر و ادب کی محفلوں کا انعقاد ہوا جن میں رحیم یار خان، خان پور، احمد پور شرقیہ، سمہ سٹہ، ہارون آباد اور بہاولنگر وغیرہ شامل ہیں۔ ان علاقوں میں بہاولپور شہر کی طرح بھرپور انداز میں شعری نشستیں تو منعقد نہیں ہوئیں لیکن شعری سفر ایک خاص انداز میں جاری و ساری رہا۔ یہاں منعقد ہونے والی شعری نشستوں میں زیادہ تر مقامی شعراء

وادباءشرکت کرتے تھےلیکن کبھی کبھی باہر سے آنے والے مہمان شعراءبھی ان نشستوں میں شرکت کرتے تھے۔

۱۹۴۰ء میں بہاولنگر میں لٹریری لیگ کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی جس میں محسن، آزاد، بشیر احمد نظامی، غلام شبیر بخاری، خان حق نواز خان قمر اور غلام غوث صمدانی وغیرہ شامل تھے۔ اس انجمن کے تحت مختلف مشاعرے کرائے گئے جس سے علاقے کے لوگ اردو شعر و ادب سے متعارف ہوئے۔عیش شاہجہاں پوری، شاہجہاں پور سے ہجرت کر کے بہاول نگر آئے۔ انہوں نے پہلے تو چھوٹی چھوٹی شعری نشستوں کا سلسلہ شروع کیا جن میں مقامی شعراء کے علاوہ ہارون آباد اور چشتیاں سے شعراءشامل ہوتے اور بعض اوقات بہاول پور کے شعراءکوبھی دعوت دی جاتی۔ انہوں نے ۱۹۵۲ء میں بہاولنگر میں انجمن ترقی ءاردو کی شاخ قائم کی۔عیش کی کاوشوں کے سبب بہاولنگر میں جومشاعرے منعقد ہوئے ان کے سبب اس علاقے میں غزل کی ترویج وترقی ہوئی اور یہ صنف لوگوں میں مقبول ہوئی۔

ہارون آباد میں تقسیم ہند کے بعد عارف عزیزی کی آمد کے باعث یہاں کے ادبی جمود میں تحریک پیدا ہوئی۔ انہوں نے ذاکر عالمی وغیرہ کے ساتھ مل کر یہاں گاہے گاہے ادبی نشستوں کا اہتمام کیا۔ ہارون آباد کا یہ ادبی ماحول ان کے یہاں سے ترکِ سکونت کرجانے کے بعد ماند پڑ گیا۔

۱۹۳۶ء میں رحیم یار خان میں اس وقت ایک ادبی تنظیم ''بزمِ ادب'' کا قیام عمل میں آیا جب بہاولپور کے نامور شاعر عبدالحمید ارشد کا تبادلہ رحیم یار خان میں ہوا۔ عبدالحمید ارشد کی تحریک پر یہ بزم قائم کی گئی۔ اس بزم کے اراکین میں شیخ صلاح الدین، میاں محمد دین، محمد سلیم، حمید الحق کوثر، شیخ عبدالعزیز اختر، محمد بخش مسلم، نذیر احمد، سردار چترسنگھ اور رانا رب نواز آزاد کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اس بزم کے ہفتہ وار اجلاس کینال لائبریری اور نشاط سینما ہال میں منعقد ہوتے تھے جن میں سامعین کی ایک اچھی خاصی تعداد شامل ہوتی تھی۔ ۱۹۳۷ء میں عبدالحمید ارشد کا تبادلہ پھر بہاولپور ہوگیا لہٰذا یہ شعری وادبی محافل پھر ماند پڑ گئیں۔۱۹۴۴ء میں عبدالحمید ارشد کی دوبارہ آمد ہوئی تو شعری وادبی سرگرمیاں پھر سے شروع ہوگئیں۔ اس بزم میں جو نئے لوگ شامل ہوئے ان

میں موج گوہری، عبدالرحمٰن آزاد، پنڈت چندر بھان مفلوک، آذر نوشہروی، صالح محمد سوز، ماسٹر عبدالعزیز اور سردار پریم سنگھ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اس بزم کے ہفت وار اجلاس مستقل جاری رہے لیکن جلد ہی اس بزم کا نام تبدیل کر کے ''بزمِ اقبال'' رکھ دیا گیا۔ ''بزمِ اقبال'' کے تحت ۲۱، اپریل ۱۹۴۶ء کو یومِ اقبال منایا گیا جس کی صدارت ڈپٹی کمشنر شیخ محمد حسین نے کی۔ جن دنوں بزمِ اقبال فعال تھی ان دنوں شیخ عبدالعزیز اختر نے ''اردو مجلس'' کے نام سے ایک ادبی انجمن قائم کی۔ اس کے علاوہ انہی دنوں لالہ ہنس ساحر ہیڈ ماسٹر نے اپنے سکول میں ایک ادبی مجلس قائم کی اور اس کی سالانہ تقریب میں ایک مشاعرہ کرایا جس میں مقام وغیر مقامی شعراء وادباء نے بھر پور میں شرکت کی اور اپنی غزلیات پیش کیں۔ ۱۹۵۲ء میں شیخ عبدالعزیز اختر نے بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق کی منظوری سے انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم کی۔ انجمن کے تحت بہت سی شعری نشستیں ہوئیں جن کی وجہ سے اس دور افتادہ علاقے میں غزل کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

۱۹۵۴ء میں خان پور میں ''کاروانِ ادب'' کے نام سے ایک ادبی مجلس کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس ادبی تنظیم کے پہلے صدر ارشد لکھنوی اور جنرل سیکرٹری مسعود نقوی تھے۔ اس مجلس کے سرپرست عبدالرحمٰن آزاد تھے۔ اسی سال دلشاد ہوٹل میں ایک مشاعرے کا انعقاد کیا گیا جس میں شہاب دہلوی، حیات میرٹھی، امجد قریشی، سید آل احمد، عبدالحق شوق، ادیب واثقی اور محی الدین وغیرہ شامل ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں ارشد لکھنوی کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن آزاد اس ادبی تنظیم کے صدر بنے۔ اسی تنظیم نے آنے والے وقتوں میں خان پور میں دیگر ادبی تنظیموں کے لیے ایک رہنما کردار ادا کیا۔ لوگوں میں شعری وادبی ذوق پیدا کرنے کی بھر پور کوشش کی گئی جو نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ کاروانِ ادب کے تحت ایک مشاعرہ ہوا جس میں مقامی شعراء کے علاوہ بیرون شعراء نے بھی شرکت کی جن میں احمد ندیم قاسمی اور منور سلطانہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں بھی اس ادبی تنظیم کے تحت ایک مشاعرہ منعقد ہوا۔ اس مشاعرے کے بعد اس ادبی تنظیم کے اجلاس مستقل طور پر جاری نہ رہ سکے۔

0 ۱۹۵۳ء میں احمد پور شرقیہ میں ایک ادبی انجمن ''بزمِ ادب'' کی بنیاد ڈالی گئی جس کے

صدر وقتاً فوقتاً ریاض الدین منظر اور اقبال الرحمٰن اقبال رہے ۔ یہ انجمن باقاعدگی سے مختلف شعری وادبی تقاریب کا انعقاد کرتی تھی جن میں یومِ غالب خاص طور پر قابلِ ذکر ہے ۔ یومِ غالب کے سلسلے میں پہلی تقریب حکیم سعید احمد دہلوی کے زیرِ صدارت منعقد کی گئی جس کے مہمانِ خصوصی شہزادہ سعید الرشید عباسی تھے ۔ اس تقریب میں نقوی احمد پوری، انعام اسعدی، ریاض الدین منظر، حفیظ صدیقی اوراقبال الرحمٰن اقبال نے غالب کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس شان دار تقریب کے اختتام پر نجم خاں کمشنر بہاولپور نے نقوی احمد پوری کوتمغہء غالب سے نوازا۔ اس بزم کے زیرِ انتظام مختلف مشاعروں کاانعقاد کیا جاتا تھا جن میں ''کل پاکستان مشاعرہ'' قابلِ ذکر ہے۔ اس مشاعرے کی صدارت کمشنر بہاول پور نے کی اور اس مشاعرے کے مہمانِ خصوصی بہزادلکھنوی تھے۔ مشاعرے میں ملک بھر سے شعراءتشریف لائے جنہوں نے اپنے کلام سے سامعین وحاضرین کے ذوق کو تازگی بخشی ۔ اس مشاعرے میں جوشعراء شامل ہوئے ان میں بہزاد لکھنوی، احسان دانش، ادیب سہارن پوری، منور سلطانہ، نقوی احمد پوری، حفیظ صدیقی، غلام احمد اختر، اقبال الرحمٰن اقبال، انعام اسعدی اور عبدالرحمٰن آزادوغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

o ۱۹۵۴ء میں احمد پورشرقیہ میں ایک منفرد انداز کے مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا جسے ''چاندنی مشاعرہ'' کانام دیا گیا۔ اس مشاعرے کی انفرادیت یہ تھی کہ اس مشاعرے کی ہر شے کسی نہ کسی طور پر چاند سے منسوب تھی۔ اس مشاعرے کے حوالے سے زاہد اقبال شہزاد لکھتے ہیں:

> ''یہ (چاندنی مشاعرہ) اپنی طرز کامنفرد مشاعرہ تھا۔ اس میں ہر چیز سفید تھی یعنی فرش سفید، تکیے سفید، شعراء کالباس سفید، شعراء کے جوتے سفید حتیٰ کہ شعراء کوجوپان پیش کیے گئے وہ بھی چاندی کے کاغذوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ یہ مشاعرہ چاند کی چودھویں کوہوا۔ پورا ماحول چاندنی میں نہایا ہوا تھا''۔(۹)

اس مشاعرے میں تقریباً تمام مقامی شعراء نے شرکت کی ان میں حفیظ صدیقی، روشن صدیقی، نقوی احمد پوری، ریاض الدین منظر اور اقبال الرحمٰن اقبال کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان سب

نے جو غزلیں پیش کیں ان میں بھی ایک روایت کے مطابق لفظ چاندنی کا بھرپور استعمال کیا گیا تھا۔

پاکستان ریلوے کا مشہور جنکشن سمہ سٹہ انعام اسعدی کے سبب سے شعر و ادب کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ شاہجہاں پور ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے انعام اسعدی کے سمہ سٹہ آتے ہی یہاں غزل کو فروغ ملا۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی شعری نشستوں کا اہتمام کرنا شروع کر دیا جن میں انعام اسعدی اور ان کے دونوں بھائی منظر شاہجہاں پوری اور عرفان عارف کے علاوہ نور احمد سیال اور کچھ دیگر مقامی شعراء شرکت کرتے تھے۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا کہ مقامی شعراء کے علاوہ بہاولپور، احمد پور اور قرب و جوار سے دیگر شعراء سمہ سٹہ تشریف لے جاتے اور وہاں کی ادبی فضا کو اپنے اشعار سے معطر کر دیتے۔

ریاست بہاولپور میں پہلی ادبی انجمن ۱۸۸۱ء میں قائم ہوئی۔ اس انجمن کے تحت ایک طرحی مشاعرہ ہوا جس سے ریاست بہاولپور میں مشاعروں کا آغاز ہوا۔ انہی مشاعروں کی وجہ سے نئے شعراء متعارف ہوئے جن کے کلام اور خصوصاً غزل نے شعر و ادب پر دور رس اثرات مرتب کیے۔ ان مشاعروں میں اہل علم شریک ہوتے تھے جن کے علم سے شرکائے مشاعرہ مستفید ہوتے تھے۔ ان مشاعروں نے شعر و سخن اور خصوصاً غزل کے لیے راستہ متعین کر دیا جس پر چل کر شعراء آگے بڑھتے چلے گئے جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ ریاست بہاولپور میں جتنی بھی انجمنیں قائم ہوئیں، انہوں نے مشاعرے کے انعقاد کو اولین حیثیت دی جس سے ریاست بہاولپور میں شعری اور ادبی سفر کو جاری رکھنے میں بے حد مدد ملی۔ یہ مشاعرے جہاں شعری و ادبی فضا کو سازگار بنانے کا سبب بنے وہیں انہوں نے نئے شعراء کے لیے شعری تربیت کے امکان بھی پیدا کیے جس کا تفصیلی ذکر اس سے پہلے عنوانات کے تحت اسی باب میں کر دیا گیا ہے۔ زیر بحث عنوان کے تحت ان دو مشاعروں کا تفصیل سے ذکر کیا جائے گا جنہیں برصغیر پاک و ہند میں ہونے والے مشاعروں میں انتہائی بڑے مشاعروں کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ یہ اعزاز ریاست بہاولپور کو جاتا ہے جس کے والیان کی سرپرستی اور عوام کی دلچسپی کے باعث ان یادگار مشاعروں کا انعقاد ممکن ہو سکا۔

ریاست بہاولپور میں قائم ہونے والی انجمن ''صادق آرٹ'' سرکل کا نام ایک ایسی انجمن

کے طور پر ادبی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا جس کے زیرِ اہتمام کل ہند مشاعرے کا انعقاد ہوا۔ یہ انجمن ۱۹۴۰ء میں قائم ہوئی اور اس نے دیگر ادبی سرگرمیوں کے علاوہ اس یادگار مشاعرے کا انعقاد کیا جس میں برصغیر کے بہت سے نامور شاعروں نے شرکت کی اور یہ مشاعرہ دو دن تک جاری رہا۔ مشاعرہ صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور کی اس پرانی عمارت کے میدان میں منعقد کیا گیا جسے آج کل صادق ڈین ہائی سکول کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ اس کل ہند مشاعرے کو منعقد کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو جنگِ عظیم دوم کے زخمیوں اور قیدیوں پر خرچ کیا جائے۔ اعلان کے مطابق اس مشاعرے کی تین نشستیں ہونا تھیں لیکن اراکین حکومت اور عوام کی دلچسپی اور شعراء کی وافر تعداد کے سبب اس مشاعرے کی نشستوں میں ایک مزید نشست کا اضافہ کردیا گیا جس کے بارے میں حفیظ الرحمٰن حفیظ لکھتے ہیں:

> ''پہلی تجویز اور اشتہارات کے مطابق مشاعرے کا پہلا اجلاس تین حسب ذیل نشستوں میں قرار دیا تھا۔ نشست اول ۲۹، اپریل ۱۹۴۳ء صبح ساڑھے آٹھ بجے سے بارہ بجے تک۔ نشست دوم بعد دوپہر ساڑھے چار بجے سے ساڑھے سات بجے تک، نشست سوم ساڑھے نو بجے شب تا ساڑھے بارہ بجے شب لیکن شامل ہونے والوں کی مزید دلچسپی اور خواہش کے مدِ نظر اس خیال سے کہ جو شعراء پہلی تین نشستوں میں اپنے افکار گرامی اسٹیج پر پیش نہ کر سکے دل شکستہ نہ ہوں۔ اجلاس کی ایک چوتھی نشست بھی ۳۰، اپریل ۱۹۴۳ء صبح دوپہر تک ایزاد کردی گئی تھی۔ اس طرح وہ تمام شعراء جن کو پہلے موقع نہ مل سکا تھا اپنی نازک خیالیوں کو مشاعرے کے اسٹیج پر پیش کر کے مطمئن ہو گئے تھے''۔(۱۰)

مشاعرے کے اجلاس کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت اور نعتِ رسول مقبول سے ہوا تلاوت اور نعت کے بعد ریاست بہاولپور کے چیف جسٹس سر عبدالقادر نے شعراء اور شرکاء کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ نواب مخدوم مرید حسین قریشی ام۔ ایل۔ اے سنٹرل ملتان نے پہلے اجلاس، خان

بہادر محمد اسلم صاحب سیفی رئیس شہر میرٹھ نے دوسرے اجلاس، علامہ سر عبدالقادر نے تیسرے اجلاس جبکہ مولانا ظفر علی خان نے چوتھے اجلاس کی صدارت فرمائی۔شعراء کو اسٹیج پر بلانے کے لیے قرعہ کا طریقہ اختیار کیا گیا جس کے بارے میں حکیم یوسف لکھتے ہیں:

> ''شاعروں کو سٹیج پر بلانے کا یہ قاعدہ تھا کہ ایک اجلاس کے لیے قریباً تیس اصحاب کا انتخاب کرلیا جاتا تھا پھر ان کے نام ایک کاغذ پر لکھ کر اور لپیٹ کر ایک تھالی میں ڈال کر صدر اجلاس کے سامنے رکھ دیے جاتے تھے۔ چنانچہ صاحب صدر ایک پرزہ کاغذ کو اٹھا کر سیکرٹری صاحب کو دے دیتے اور وہ اسے کھول کر جس کا نام نکلتا انہیں طلب فرمالیتے۔ اتفاق دیکھیے کہ پہلے اجلاس میں سب سے پہلے مولانا ظفر علی خان مدیر ''زمیندار'' کا اسم گرامی نکلا چنانچہ سب سے اول انہیں ہی اپنا کلام سنانے کا فخر حاصل ہوا''(۱۱)

مشاعرے کے پہلے اجلاس میں مولانا ظفر علی خان، آغا سرخوش دہلوی، دلشاد بہاولپوری، تاج لاہور، سردار تخت سنگھ لائل پور، عنصری، سیماب اکبرآبادی، اسد ملتان، نخشب میرٹھی، حرماں خیرآبادی، ناموس بہاولپوری، قمر بہاولپوری، علامہ حسین میر لاہور، اثر صہبائی جموں، لق لق لاہوری، بیکس بہاول پوری، رسا جالندھری، اصغر شعری بھوپالی، نفیس خلیلی امرتسری، صابر دہلوی، شوق بہاولپوری، فیض جھنجھانوی، جوش ملسیانی، لبھورام عرش ملسیانی، بالمکند، خرم بہاولپوری، عصر لدھیانوی، دوسرے اجلاس میں عبدالرحمٰن بہاولنگری، محسن بہاولپوری، بدرالدین قیصری فیروز پوری، شکیل بدایونی، سیماب اکبرآبادی، لطیف نازاں دہلوی، حمید الرحمن جامی بہاولپوری، نیاز بہارکوٹی، جلال الدین لبید بہاول پوری، رضوی بہاولپوری، مولانا ظفر علی خان، شعری بھوپالی، سوہن ساحر کپورتھلوی، لق لق لاہوری، فاضل مشہدی امرتسری، ڈاکٹر راز مرادآبادی، الطاف پرواز ہری پور ہزارہ، ہمدم کراچی، ارشد بدایونی، آغا سرخوش دہلوی، فضل جالندھری، نخشب میرٹھی، جگن ناتھ آزاد، عیش فیروزپوری، تلوک چند محروم، تیسرے اجلاس میں انور میرٹھی، رضی میرٹھی، رفیق احمد بہاولپوری، حسن رہتاسی، لق لق لاہوری، کشفی الاسدی، اللہ نواز خاں ڈیرہ غازی خان، قمر میرٹھی،

چودھری خوشی محمد ناظر، روش صدیقی، ارشد میرٹھی، اقبال میرٹھی، میر اولاد علی غنچہ، محمد ایوب، شاہد نسیم، نفیس خلیلی اورسکھد یو پرشاد بسمل الہ آبادی جبکہ چوتھے اجلاس میں وجدی، عبدالحق حق بہاولپوری، عبدالقادر جوہر بہاولپوری، تبسم بہاولنگری، ساز، خوجوی خانقاہ شریف، لق لق لاہوری، بشیر ملتانی، مولانا ظفر علی خان، سوز عاصی مختار نبی، عزیز الرحمٰن عزیز، روش صدیقی، علامہ حسین کاشمیری، فاضل مشہدی امرت سری، تسلیم ملتانی، اسد ملتانی، ممتاز ملتانی، دلشاد کلانچوی اور حبیب اللہ بہاول نگری نے اپنا اپنا کلام سنایا۔

اس مشاعرے کے اختتام پر ۳۰، اپریل کو نواب صاحب نے ان شعراء کو ڈیرہ نواب صاحب میں صادق گڑھ پیلس میں چائے پر مدعو کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ ریاست بہاولپور میں صادق آرٹ سرکل کے زیر انتظام اس مشاعرہ کے انعقاد نے اردو غزل پر دوررس اثرات مرتب کیے۔ اس مشاعرے کے انعقاد سے ہندوستان بھر سے چیدہ چیدہ شعراء ایک جگہ جمع ہوئے اور ان کے کلام سے مقامی اور مہمان شعراء مستفید ہوئے۔ مقامی شعراء کو یہ جاننے کا موقع ملا کہ اردو غزل کا سفر کس طرح جاری وساری ہے۔ یہ شعراء نئی لفظیات اور اسلوب سے روشناس ہوئے۔ اس مشاعرے میں وہ نامور شعراء شامل ہوئے جن کے نام کا ڈنکا ہر سو بج رہا تھا۔ آنے والے وقتوں میں یہاں وہ شعراء اور ادیب سامنے آئے جنہوں نے اپنے فن کو قابلِ رشک بلندیاں عطا کیں، اردو غزل میں نکھار پیدا ہوا اور سوچ جدید پیمانے پر استوار ہوئی۔

۱۹۵۳ء میں حلقہء اربابِ ادب کے زیر اہتمام ہونے والا کل پاکستان مشاعرہ اور سہ روزہ کل پاکستان اردو کانفرنس

۱۹۵۳ء میں ایک ادبی تنظیم ''حلقہء ارباب ادب'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی صدارت کے فرائض شہاب دہلوی سرانجام دیتے تھے۔ اس ادبی تنظیم کے جوہفت وار اجلاس ہوتے تھے ان میں مقامی خصوصاً نوجوان شعراء وادباء شریک ہوتے تھے۔ اس ادبی تنظیم کے اجلاس بڑی باقاعدگی سے ہوتے تھے جن میں سامعین کی معقول تعداد موجود ہوتی تھی۔

یہ ادبی تنظیم نوجوان شعراء وادباء کی عمدہ تربیت گاہ تھی جس میں ان کے شعری ونثری تخلیقات کی اصلاح کی جاتی تھی۔ اس ادبی تنظیم کے فعال ارکان میں حفیظ قریشی، سید منصور عاقل، ادیب واثقی، شبیر بخاری، دلشاد کلانچوی اور تابش الوری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اس ادبی تنظیم نے بہاول پور کے ادباء و شعراء میں تنقیدی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس ادبی تنظیم نے ایک طرف تو مقامی شعراء کے ساتھ شعری نشستوں کا اہتمام کیا جبکہ دوسری طرف گاہے بگاہے دیگر شہروں سے شعراء بلوا کر مشاعروں کا انعقاد شروع کیا۔ اسی ادبی تنظیم کے زیرِ اہتمام ۱۹۴۳ء میں کل پاکستان مشاعرہ منعقد ہوا جس میں ملک بھر کے نامور شعراء شامل ہوئے۔ اس مشاعرے میں خواتین شعراء کی خاصی تعداد بھی شریک ہوئی۔

اس مشاعرے کے علاوہ تین روزہ ''آل پاکستان اردو کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا جس میں بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کو خاص طور پر مدعو کیا گیا۔ اس کانفرنس کے ایک اجلاس کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے سرانجام دیے۔ اس کانفرنس میں جہاں شعر و ادب کی ترویج و ترقی کے لیے مختلف قراردادیں منظور کی گئیں وہاں ایک قرارداد یہ بھی تھی کہ اردو کو جلد از جلد سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔

۱۹۵۳ء میں ہونے والے اس کل پاکستان مشاعرے کے انعقاد سے بہاولپور کی ادبی فضا میں ایک جان سی پڑ گئی۔ یہاں کے مقامی اور ریاست بہاولپور کے دیگر شہروں سے آنے والے شعراء کو پاکستان کے ادبی مراکز سے آنے والے شعراء کے ساتھ شعر پڑھنے کا موقع ملا جس سے انہیں غزل کے جدید رویوں سے واقفیت حاصل ہوئی۔ اگرچہ ۱۹۵۳ء تک پاکستان کی عمر چھ سال ہو گئی تھی پھر بھی اس وقت کہی جانے والی غزلوں میں تقسیمِ ہند کے اثرات کسی کسی شعر میں ۱۹۴۷ء کی یاد تازہ کر جاتے تھے۔ اس کے علاوہ وطنِ عزیز سے محبت کا عکس بھی بعض اشعار میں دکھائی دیتا تھا۔ اس مشاعرے سے ملک میں ہونے والی شاعری کے معیار اور شعراء کے رویوں کی عکاسی ہوتی ہے جس کا اثر ریاست بہاولپور میں کہی جانے والی غزلیات پر بالواسطہ یا بلاواسطہ مثبت انداز میں مرتب ہوا۔

اس مشاعرے کے بعد ریاست بہاولپور میں جو غزلیں کہی گئیں ان میں ملک اور ریاست میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کا عکس دکھائی دیا اور شاعروں نے علامتی انداز میں اپنے اپنے احساسات کو شعروں کے قالب میں ڈھالنا شروع کر دیا۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) ''اردو کی مختصر تاریخ''، انور سدید، صفحہ ۲۵

(۲) ''اردو کی ترقی میں بہاولپور کی ادبی انجمنوں کا کردار''، عابد صدیق، صفحہ ۱۲۷، مشمولہ ''تحسینات''، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، بار اول، جون ۲۰۰۵ء

(۳) ''اردو کی ترقی میں بہاولپور کی ادبی انجمنوں کا کردار'' عابد صدیق، مشمولہ ''تحسینات'' صفحہ: ۱۲۸_۱۲۹

(۴) ''بہاولپور میں اردو'' مسعود حسن شہاب، ص ۱۶۲

(۵) ''بہاول پور ڈویژن کی علمی و ادبی انجمنیں (مقالہ برائے ایم اے)'' زاہد اقبال شہزاد، صفحہ ۳۴، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۱۹۸۹_۹۰ء

(۶) ''بہاولپور میں اردو'' مسعود حسن شہاب، صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴

(۷) راقم الحروف، استفسار راز امجد قریشی، بتاریخ ۰۲، اکتوبر ۲۰۰۶ء

(۸) راقم الحروف، استفسار راز امجد قریشی، بتاریخ ۰۲، اکتوبر ۲۰۰۶ء

(۹) ''بہاولپور ڈویژن کی علمی و ادبی انجمنیں (مقالہ برائے ایم اے)''، زاہد اقبال شہزاد، ص ۱۴

(۱۰) ''آل انڈیا مشاعرہ کی روداد''، حفیظ الرحمٰن حفیظ، صفحہ ۴۸، مشمولہ مجلہ انتخاب نخلستانِ ادب ۱۸۸۶ء_۱۹۸۶ء (بسلسلہ جشن صد سالہ) گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج بہاولپور ۱۹۸۶ء

(۱۱) ''آل انڈیا مشاعرہ بہاول پور''، حکیم یوسف حسن، صفحہ: ۲۲، مشمولہ مجلہ نخلستانِ ادب پاکستان گولڈن جوبلی نمبر، گورنمنٹ صادق ایجرٹن بہاولپور، ۱۹۹۷ء